مکارمِ اخلاق

مرزا عمران حیدر

صلہ رحمی اور اسلامی معاشرہ

ترقی کے اس دور میں انسان مشین کی طرح کام کرنے لگا ہے۔ ہر شخص اپنے وقت کو زیادہ سے زیادہ بہتر انداز میں استعمال کرنا چاہتا ہے جس سے اس کی زندگی خاصی مصروف ہوگئی ہے۔ دولت کی طلب، کاروبار اور نوکری کی مجبوریوں اور بہتر طرزِ زندگی کے حصول کی خواہش کے پیش نظر ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل مکانی کے رجحان میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ افراد کی یہ بڑھتی ہوئی سرگرمیاں اور نقل مکانی اس کے خاندانی نظام پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔

برصغیر میں مضبوط خاندانی نظام موجود تھا۔ خاندان اور برادری کی روایات سے انحراف کوئی آسان کام نہ تھا۔ نصف صدی قبل جو نظام رائج تھا، آج اس میں وہ دم خم باقی نہیں رہا۔ یہ بات درست ہے کہ ہمارے معاشرے اور خاندانی نظام میں بہت سی غیر اسلامی اور فرسودہ رسومات رائج تھی۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارے خاندانی نظام میں اُخوت و بھائی چارے، باہمی تعاون، خیر خواہی، بزرگوں کے احترام اور مالی و اخلاقی تعاون سمیت بہت سی شاندار روایات بھی پائی جاتی ہیں۔

اسلام ہر علاقے اور قوم کی روایات کا احترام سکھاتا ہے، البتہ اس تہذیب میں موجود اسلامی تعلیمات اور اُصولوں سے متصادم روایات کی اصلاح بھی ضروری سمجھتا ہے۔ کسی معاشرے کی روایات سے غلط عقیدے اور غلط رویوں کو نکال دیا جائے تو اسلام اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ عصر حاضر، جس میں خاندانی اقدار تیزی سے تبدیل ہو رہی ہیں، اگر یہ تبدیلی اسلامی تعلیمات اور سوچ کے زیر اثر ہوتی تو یقیناً ہم اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہوتے جبکہ اقدار میں یہ تبدیلی زیادہ تر میڈیا کے زیر اثر ہو رہی ہے۔ ہمارا میڈیا اسلامی معاشرے کی نہیں بلکہ مادہ پرست اور خود غرض مغرب کی سوچ کی نمائندگی اور عکاسی کر رہا ہے۔ نتیجے کے طور پر مغرب اور سرمایہ دار معاشرے کی خرابیاں آہستہ آہستہ ہمارے معاشرے میں سرایت کر رہی

ہیں اور اعلیٰ خاندانی روایات کا حامل ہمارا معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے جو نہ تو روایتی مثالی معاشرہ رہا اور نہ ہی اسلام کے زرّیں اُصول اس میں نظر آتے ہیں۔

شہری آبادی کی حالت زیادہ قابل رحم ہے۔ جہاں مختلف علاقوں کے لوگ آ کر آباد ہو رہے ہیں۔جن کی حالت یہ ہے کہ لوگ اپنے ہمسائے کے نام تک سے بے خبر ہوتے ہیں۔ ایسے میں کسی مضبوط عقیدے اور عمدہ تربیت کے بغیر انسانی ہمدردی یا اسلامی بھائی چارے کی فضا کا پیدا ہونا مشکل ہے۔ ایسے ماحول میں برائیاں جلدی اور آسانی سے پھیلتی ہیں۔ دیہات یا خاندانی کلچر میں ایک آدمی کو کسی غیر اخلاقی کام کرنے کی جلد جرات نہیں ہوتی۔ اس کے دل میں خاندان، برادری، محلّہ دار یا بزرگ شخصیات کا خوف اور حیا ہوتا ہے۔ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتا جس کی وجہ سے مذکورہ بالا شخصیات میں سے کوئی اسے ہدف تنقید بنائے۔ یہ معاشرتی دباؤ اسے بہت حد تک برائیوں سے روکے رکھتا ہے۔

جدید دور میں آزادی اور حقوق کے دل فریب اور پُرفتن نعرے کی آغوش میں مادر پدر آزاد معاشرہ تشکیل پا رہا ہے جس میں ایک طرف کسی قسم کی قدغن نہ ہونے کی وجہ سے گناہ اور غیر اخلاقی سرگرمیاں معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں اور دوسری طرف خاندانی نظام کے حصے بخرے ہو رہے ہیں۔ خاندانوں میں رائج عمدہ روایات دم توڑ رہی ہیں۔ صلہ رحمی، باہمی تعاون، غم خواری اور انسانی ہمدردی کا وجود عنقا ہوتا جا رہا ہے۔ ان حالات میں جب اسلامی اُصولوں کو بھی نظر انداز کیا جاتا ہے تو اس سے تیزی سے بگڑتے ہوئے معاشرے کی ابتری میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اسلام جہاں معاشرے کو گناہوں سے بچانے کے لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا وسیع نظام دیتا ہے، وہاں خاندانوں اور ان کی عمدہ روایات کو تحفظ دینے کے لیے صلہ رحمی کے اُصول کو لازم قرار دیتا ہے۔ اسلامی حکومت ہر فرد کو بنیادی ضروریات مہیا کرنے کے اسباب پیدا کرتی ہے۔اس کے بعد رشتہ داروں اور تمام لوگوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ صلہ رحمی اور اسلامی اخوت کے جذبے سے محروم طبقے کا دست و بازو بنیں۔اس لرح ایک صحت منداور مثبت معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔اس کے برعکس اگر محروم طبقوں کو کسی طرف سے جذبہ خیر سگالی یا تعاون کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو وہ پس کر رہ جاتے ہیں اور جرائم کی دنیا میں قدم رکھ کر

معاشرے سے انتقام لیتے ہیں یا پھر مایوسی کا شکار ہوکر خودکشی کی حرام موت مرتے ہیں۔سرمایہ دارانہ ذہن نے ناگہانی حالات سے نمٹنے کے لیے انشورنس کی صورت میں حل پیش کیا ہے لیکن اس سُودی نظام سے کسی کو ریلیف تو کیا ملتا یہ تو خود بہت ساری خرابیوں کی بنیاد ہے۔

صحت مند تعمیری معاشرتی سرگرمیوں کے لیے صرف مادی وسائل کا ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ایک انسان خوشی اور غمی کے مواقع کو بانٹنا چاہتا ہے۔خوشی کے موقع پر رشتہ داروں اور دوست احباب کی شمولیت خوشی کو دوبالا کردیتی ہے اور مصیبت و پریشانی کے وقت انہی لوگوں کا ساتھ غم کے زخم مندمل کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔اسلام نے اس فطری تقاضے کے پیش نظر صلہ رحمی کو دین کا حصہ اور قطع رحمی کرنے والے کی مذمت کی ہے۔اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صلہ رحمی کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرے۔

صلہ رحمی کی فضیلت

① صلہ رحمی ایمان کا تقاضا ہے:

عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: «من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فليصل رحمه» [صحیح بخاری:۶۱۳۸]

''حضرت ابوہریرہؓ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: آپؐ نے فرمایا کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔''

② صلہ رحمی سے عمر اور رزق میں اضافہ ہوتا ہے:

عن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ قال: «من أحب أن يبسط له في رزقه وينسأله في أثره فليصل رحمه» (صحیح بخاری:۵۹۸۶]

''انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے یہ بات پسند ہے کہ اس کا رزق فراخ اور عمر دراز ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔''

عمر میں اضافہ سے مراد یا تو عمر میں برکت ہے یا اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والے کی عمر میں حقیقی طور پر اضافہ فرما دیتے ہیں۔علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''رزق کی دو قسمیں ہیں:

۱) جس کا علم اللہ کو ہے کہ اس نے بندے کو یہ رزق دینا ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

۲) جو اللہ تعالیٰ نے لکھا اور فرشتوں کو بتایا۔ تو یہ اسباب کے ساتھ کم یا زیادہ ہوتا ہے۔"

③ صلہ رحمی سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے:

عن النبي ﷺ قال: «إن الله خلق الخلق حتى إذا فرغ من خلقه قالت الرحم هذا مقام العائذ بك من القطيعة قال: نعم أما ترضين أن أصل من وصلك وأقطع من قطعك قالت: بلى يا ربّ قال فهو لك»

(صحیح بخاری:۵۹۸۷)

"اللہ تعالیٰ جب مخلوق کی تخلیق سے فارغ ہوئے تو رحم نے کہا: یہ قطع رحمی سے تیری پناہ مانگنے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے گا، اسے میں جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا، اسے میں توڑوں گا۔ کہا: کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اب ایسے ہی ہوگا۔"

④ صلہ رحمی جنت میں داخلے کا بڑا سبب ہے:

عن أبي أيوب الأنصاري أن رجلاً قال يا رسول الله ﷺ! أخبرني بعمل يدخلني الجنة؟ فقال رسول الله ﷺ: «تعبدالله لا تشرك به شيئا وتقيم الصلاة وتؤتي الزكاة وتصل الرحم» (صحیح بخاری:۵۹۸۳]

"ابو ایوب انصاری روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔"

⑤ صلہ رحمی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والوں کی تعریف کرتے اور اسے اپنے حکم کی بجا آوری گردانتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ أَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ﴾ (الرعد:۲۱)

"اور وہ لوگ ہیں کہ جنہیں ملانے کا اللہ نے حکم دیا، اُنہیں ملاتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور بُرے حساب سے ڈرتے ہیں۔"

⑥ رشتہ داروں کے مابین محبت پھیلنے کا ذریعہ ہے۔ صلہ رحمی کے ذریعے رشتہ داروں میں محبت بڑھتی ہے۔ اسکے ذریعے ان کی زندگی خوشگوار گزرتی اور وہ زیادہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔

⑥ عظمت اور احترام حاصل ہونے کا ذریعہ ہے: جب انسان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے، ان کی عزت و احترام کا خیال رکھتا ہے تو جواب کے طور پر وہ بھی عزت کرتے ہیں اور معاملاتِ زندگی میں اس کے معاون بن جاتے ہیں۔

صلہ رحمی کس طرح ہوسکتی ہے؟

صلہ رحمی کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ گاہے بگاہے رشتہ داروں سے ملاقات کی جائے۔ اگر فاصلہ زیادہ اور وقت کا مسئلہ ہو تو اس کے لیے مواقع خاص کئے جاسکتے ہیں مثلاً ہر سال عید کسی ایک جگہ یا مرکزی گھر میں اکٹھے منائی جائے۔ ان کے گھروں میں آیا جایا جائے۔ ان سے حال احوال پوچھتے رہیں۔ اب تو ٹیلی فون کی سہولت ہر جگہ میسر ہے، اس کے ذریعے رابطے میں رہا جائے۔ خاندان کے بڑوں کی عزت وتوقیر کی جائے۔ چھوٹی موٹی باتوں کو خواہ مخواہ ایشو یا اپنی اَنا کا مسئلہ نہ بنا لیا جائے۔ چھوٹوں پر شفقت کی جائے۔ خاندان کے غریب افراد پر صدقہ کیا جائے۔ روپے پیسے کے علاوہ پُرخلوص مشورے اور بہتر معاملات کی طرف رہنمائی کے ذریعے بھی ان کی معاونت ہوسکتی ہے۔ اُمرا کے ساتھ نرمی اور احترام کا معاملہ کیا جائے۔ اگر کوئی رشتہ دار گھر میں ملنے کے لیے آجائے تو اس کا اچھی طرح استقبال کیا جائے۔ جس حد تک ممکن ہو، ان کی خدمت کر کے خوشی محسوس کی جائے۔ خوشی اور غمی کے مواقع پر ان کے ساتھ شامل ہوا جائے، اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنی خوشی غمی کی محفلوں کو فرسودہ روایات سے پاک کردیں۔ تصنع اور نمود و نمائش کی بجائے سادگی سے کام لیا جائے تا کہ ایک دوسرے کے پروگراموں میں شمولیت اختیار کرتے ہوئے کوئی بوجھ محسوس نہ ہو۔ اگر ہمارے شادی کے پروگرام ہفتہ بھر جاری رہیں اور فوتگی کے موقع پر لمبے چوڑے رسوم و رواج چلتے رہیں تو لوگوں کے لیے ان میں شمولیت مشکل ہوجاتی ہے۔

باہمی محبت میں تحائف بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ حدیث نبویؐ ہے: «تحادّوا تحابّوا» ''ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو، اس سے محبت پھیلتی ہے۔'' تحفہ خواہ کیسا ہی ہو، خوش دلی سے قبول کرنا چاہیے۔ تحفے کے بارے میں بھی نمود و نمائش اور اِسراف سے بچنا چاہئے تا کہ محبت بڑھانے کا یہ ذریعہ بوجھ نہ بن جائے۔ بیماروں کی عیادت کی جائے۔ سب سے اہم بات یہ

ہے کہ ہر وقت رشتہ داروں کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔ بھلائی کا حکم دیا جائے اور بُرائی سے روکا جائے۔ خاندان میں رائج غیر شرعی کاموں کی اصلاح کی جائے۔ ایک سنجیدہ اور باوقار انسان اگر خاندان کے معاملات میں دلچسپی لے تو اسے تبلیغ دین کے لیے بہترین پلیٹ فارم مل سکتا ہے۔

قطع رحمی کی سزا

① قطع رحمی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور لعنت کا سبب بنتی ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾ (محمد:۲۲،۲۳)

''تو (اے منافقو) اگر تم (پیغمبر کا کہنا) نہ مانو (یا تم کو حکومت مل جائے) تو تم سے یہی توقع ہے کہ تم (جاہلیت کے زمانہ کی طرح پھر) ملک میں دھند مچاؤ گے اور ناطے توڑو گے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو (سچی بات سننے سے) بہرہ کر دیا ہے اور (سیدھا راستہ دیکھنے سے) ان کی آنکھوں کو اندھا بنا دیا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ زمین میں فساد پھیلانے اور قطع رحمی کرنے سے اللہ تعالیٰ لعنت ڈالتے اور دیگر بہت سی سزائیں دیتے ہیں۔

② قطع رحمی کرنے والے فاسق ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (البقرۃ:۲۶،۲۷)

''اور وہ گمراہ انہیں کو کرتا ہے جو حکم نہیں مانتے جو اللہ تعالیٰ کے اقرار کو پکا کر کے پھر توڑتے ہیں اور جس کے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اسے پھوڑتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں، یہی لوگ خسارا پانے والے ہیں۔''

③ قطع رحمی کرنے والے کو آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی سزا ملتی ہے:

عن أبي بكر أن رسول الله ﷺ قال: «ما من ذنب أجدر أن يعجل الله لصاحبه العقوبة في الدنيا مع ما يدخر له في الاخرة مثل البغي وقطيعة

الرحم» [سنن ابوداؤد:۴۹۰۲]

''ابوبکر صدیقؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بغاوت اور قطع رحمی کے علاوہ کسی اور کو اللہ تعالیٰ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتے۔ ان دونوں عملوں کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ دنیا میں فوراً سزا دیتے ہیں اور آخرت میں بھی اُنہیں سزا ملے گی۔''

④ قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا:

عن أبي هريرة قال سمعت النبي ﷺ يقول: «إن أعمال بني آدم تعرض على الله تبارك وتعالىٰ عشية كل خميس ليلة الجمعة فلا يقبل عمل قاطع رحم» (مسند احمد:۹۸۸۳ 'ورجالہ ثقات')

''ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بنی آدم کے اعمال جمعرات کی شام اور جمعہ کی رات کو اللہ تعالیٰ کے پاس پیش کئے جاتے ہیں تو آپ قطع رحمی کرنے والے کے عمل کو قبول نہیں کرتے۔''

⑤ قطع رحمی کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے:

عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: «الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعه الله» (صحیح مسلم:۶۵۱۹]

''حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صلہ رحمی اللہ تعالیٰ کے عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے۔ جس نے مجھے ملایا اللہ تعالیٰ اسے ملائے گا اور جس نے مجھے کاٹا، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں سے کاٹ دے گا۔''

⑥ جنت سے محرومی: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا يدخل الجنة قاطع» (جامع ترمذی:۱۹۰۹]

''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

صلہ رحمی کے لیے معاون اُمور

سب سے پہلے ہمیں صلہ رحمی کے لیے اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کوئی کام کرنا ممکن نہیں ہے۔ پھر ہمیں صلہ رحمی کے فوائد اور قطع رحمی کے نقصانات کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ قرآن و حدیث میں موجود ترغیب اور ترہیب کی باتیں پڑھنے سے ایک مسلمان شعوری طور پر صلہ رحمی کرنے کی کوشش کرے گا۔ قطع رحمی کی عقوبتوں کو مدنظر رکھتے

ہوئے وہ حتی الوسع اس سے بچنے کی کوشش کرے گا۔

رشتہ داروں کی طرف سے اگر کوئی ناپسندیدہ بات سامنے آئے تو اس کی اچھی تاویل کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر وہ معذرت کریں تو اسے قبول کرنا چاہئے۔ ہر وقت بدلہ لینے کی فکر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں تک ہوسکے، بُرائی کا بدلہ احسان سے دینا چاہئے۔ البتہ کسی کی تربیت کے لیے اور غیر شرعی کاموں پر تنبیہ کے ساتھ ناراضگی کا اظہار بھی ہونا چاہئے۔

ہنسی مزاح میں اعتدال کا دامن کسی صورت نہیں چھوڑنا چاہئے۔ بسا اوقات یہ ہنسی مزاح حد سے بڑھ جاتا ہے اور بڑے فتنے کا سبب بنتا ہے۔ جس حد تک ممکن ہو، ایک دوسرے کو تحفے تحائف دیتے رہنا چاہئے۔ حدیثِ نبویؐ کے مطابق اس سے محبت بڑھتی ہے۔ مالی معاملات میں تعاون کرنا چاہئے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ خاندان کا ایک باہمی تعاون کا فنڈ بنا لیا جائے جس میں ہر فرد بقدرِ استطاعت حصہ ڈالتا رہے۔ اس فنڈ سے خوشی، غمی کے موقعوں پر خاندان کے ضرورت مند افراد سے تعاون کیا جائے۔ صلہ رحمی کے لیے ایک اہم صورت یہ ہے کہ سادہ اور شرعی طرزِ زندگی اختیار کی جائے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اَنا کا مسئلہ نہیں بنا لینا چاہئے۔ ہمارے معاشرے میں شادی بیاہ اور غمی کے مواقع کے لیے کچھ عجیب وغریب رسومات رائج ہوچکی ہیں جن کو پورا کرنے کے اصرار پر جھگڑے ہونا معمول کی بات بن چکی ہے۔ لاحاصل باتوں میں اُلجھ کر توانائیاں اور صلاحیتیں ضائع کرنے سے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ ہر بڑے کا احترام اور چھوٹے پر شفقت ہونی چاہئے۔

قطع رحمی کے اسباب

① جہالت: قطع رحمی کا سب سے بڑا سبب شعوری یا لاشعوری جہالت ہے۔ عموماً لوگوں کو اس بارے میں شرعی تعلیمات کی واقفیت نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ صدیوں سے رائج رسوم و رواج پر عمل پیرا ہیں۔ ہمیں یہ مسئلہ عام مجالس میں موضوعِ سخن بنانا چاہئے جس سے بہت سے لوگ شعوری طور پر صلہ رحمی کی کوشش کریں گے۔

② غربت: بنیادی طور پر غربت قطع رحمی کا سبب نہیں ہے لیکن ہم نے اسے اہم سبب بنا لیا ہے۔ اس کی وجہ جہالت اور برادری کلچر کی اندھا دھند تقلید ہے۔ ہم نے خوشی اور غمی کے مواقع پر ایسی رسومات اختیار کی ہوئی ہیں جنہیں پورا کرنا غریب آدمی کے بس کی بات

نہیں جبکہ ان تمام رسومات کا تعلیمات اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر شادی کے موقع پر کسی کی دی ہوئی رقم سے زیادہ رقم سلامی کے طور پر دینا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ اپنی حیثیت کے مطابق تحفہ دیا جائے تو ٹھیک وگرنہ شکایت ہوگی۔ یہ تصور سود کے مشابہ ہے یا پھر غمی کے موقع پر بعض رشتہ داروں کے لئے ضروری تصور کیا جاتا ہے کہ وہ دوسروں کو لازماً کھانا کھلائیں۔ یہ رشتہ دار عموماً گھر کی بہو کے عزیز و اقارب ہوتے ہیں۔ یہ ہندو تہذیب کے زیر اثر ہے۔ اسلام نے اہل محلّہ اور صاحبِ حیثیت لوگوں کو میت والے گھرانے سے تعاون کی تلقین کی ہے نہ کہ محض مخصوص رشتہ داروں پر اور پھر مقامی یا غیر مقامی تمام لوگ کھانے میں شریک ہوکر اسے ایک بڑا فنکشن بنا دیتے ہیں جس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

جو باتیں اخلاقیات اور باہمی تعاون سے متعلق تھی ہم نے اُنہیں زندگی کا لازمہ بنا لیا ہے۔ اسراف وتبذیر کے ذریعے پیسے کا ضیاع بھی بڑھ گیا ہے۔ باہمی تعاون اور خیر خواہی کا جذبہ تو مفقود ہوتا گیا اور بے جا رسومات باقی رہ گئیں۔ ایسے میں لوگ ان مواقع پر حاضر ہونے سے اعراض کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جنہیں مجبوراً شامل ہونا پڑتا ہے وہ خاندان میں ناک رکھنے کی خاطر ان رسومات کو پورا کرتے ہوئے قرض اور بہت سی دیگر خرابیوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ یہ عیب صرف غریب لوگوں میں ہی نہیں پائے جاتے بلکہ ہر طبقے کے لوگوں نے اپنے اپنے خود ساختہ انداز اور معیار بنا رکھے ہیں۔ ان رسومات سے جان چھڑا کے صلہ رحمی کے زیادہ مواقع پیدا کئے جاسکتے ہیں۔

③ **دین سے دُوری:** جب کوئی شخص کمزور ایمان والا ہو، دینی اُمور کی پرواہ نہ کرے تو اسے قطع رحمی کی سزاؤں کی بھی پرواہ نہیں رہتی اور نہ ہی وہ خوفِ خدا کے تحت رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر وہ کسی سے ملتا بھی ہے یا حسن سلوک کا معاملہ کرتا ہے تو اس کے پیش نظر عموماً دو ہی باتیں ہوتی ہیں یا تو وہ برادری کی رسومات بجا لاتا ہے یا ذاتی مفاد مقصود ہوتا ہے۔ اس طرح پیار و محبت اور خیر خواہی کے جذبات مخصوص رشتہ داروں تک محدود ہوجاتے ہیں اور اسلام کا پیش کردہ صلہ رحمی کا جذبہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

④ **اخلاقِ رذیلہ:** اخلاق رذیلہ کی بہت سی صورتیں قطع رحمی کا سبب بنتی ہیں مثلاً تکبر و اَنا پرستی۔

اگر کوئی شخص کسی بڑے دنیاوی منصب پر فائز ہوجائے یا اللہ تعالیٰ اسے دولت سے نوازیں تو وہ غریب رشتہ داروں سے چھپتا پھرتا ہے کہ کہیں کوئی کام نہ کہہ دے یا پیسے نہ مانگ لے۔ اگرچہ اس رویے کے ذمہ دار وہ غربا بھی ہوتے ہیں جو اصلاح احوال کی بجائے دوسروں کے وسائل پر نظر رکھتے ہیں۔ مناسب تربیت اور تعاون کے ذریعے ان کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

اخلاقِ رذیلہ کی مثال ہر وقت ہنسی مذاق یا غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا بھی ہے۔ بسا اوقات مذاق میں ایسی بات منہ سے نکل جاتی ہے جو دوسرے کو ناگوار گزرتی اور آپس میں دوری کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ علاوہ ازیں دنیا میں اس قدر مشغول ہوجانا کہ رشتہ داروں سے ملنے کے لیے وقت ہی نہ ملے یا رشتہ داروں سے ملتے وقت سرد مہری کا مظاہرہ کرنا، میاں بیوی کے درمیان ناچاقی، رشتہ داروں کی کوتاہیوں پر صبر نہ کرنا، وراثت کی تقسیم میں تاخیر، حسد، بُغض اور دیگر اخلاقی برائیاں قطع رحمی کی وجہ بن جاتی ہیں۔

صلہ رحمی کے حوالے سے چند گزارشات

ہمیں اپنے تمام رشتہ داروں کے ساتھ اپنے معاملات پر ایک نظر ڈالنی چاہئے۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوجائے گا کہ کن کے ساتھ صلہ رحمی اور کن کے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ چل رہا ہے۔ اگر ہمیں کسی خرابی کا علم اور احساس ہی نہ ہوگا تو اس کی اصلاح کیسے ممکن ہے؟ جب ہمیں ناراض لوگوں کا پتہ چل جائے تو ان سے صلہ رحمی کرنے کے طریقے سوچیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں، وہ ضرور ہماری مدد کرے گا۔ کیونکہ اسی کے ہاتھ میں تمام لوگوں کے دل ہیں اور وہ دلوں کو پھیرنے والا ہے۔ جو لوگ ہم سے راضی ہیں، وہ تو خوش ہیں ہی۔ ناراض لوگوں کو منانا اصل کام ہے۔ فرمانِ نبویؐ ہماری رہنمائی کررہا ہے:

عن أبي هريرة أن رجلاً قال: يا رسول الله ﷺ إن لي قرابة أصلهم ويقطعوني وأحسن اليهم ويسيئون إلي وأحلم عنهم ويجهلون علي فقال ﷺ: لئن كنت قلت فكأنما تسفهم المل ولا يزال معك من الله ظهير عليهم ما دمتَ على ذلك» (صحیح مسلم:۶۵۲۵)

''ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں ان سے احسان

کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں۔ میں ان سے بُردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت کا معاملہ کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر معاملہ تمہارے کہنے کے مطابق ہو تو جب تک تم ایسا کرتے رہو گے، تب تک ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار تمہارے ساتھ رہے گا۔''

ایک اور حدیثِ طیبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«ليس الواصل بالمكافي ولكن الواصل الذي إذا قطعت رحمه وصلها»

''برابر بدلہ دینا صلہ رحمی نہیں ہے، صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' (صحیح بخاری:۵۹۹۱)

اس سے معلوم ہوا کہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دینا یا ملنے والوں سے ملنا تو مکافات کہلاتا ہے اور روٹھوں کو ملانا صلہ رحمی ہے۔

اس حوالے سے یہ حدیثِ طیبہ بھی غلط فہمی کو دور کرتی ہے جس میں آپ نے فرمایا:

«المؤمن الذي يخالط الناس ويصبر على أذاهم أعظم أجرًا من المؤمن الذي لا يخالط الناس ولا يصبر على أذاهم» (سنن ابن ماجہ:۴۰۳۲)

''وہ مسلمان جو لوگوں سے ملتا جلتا ہے اور ان کی طرف سے آنے والی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، ایسے مسلمان سے بہتر ہے جو نہ لوگوں سے ملتا ہے اور نہ ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔''

حتیٰ کہ کسی کا مذہب اور عقیدہ بھی صلہ رحمی میں حائل نہیں ہونا چاہئے۔ واقعہ افک میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے بھانجے حضرت مسطح بھی منافقین کے بہکاوے کا شکار ہوگئے تو صدیق اکبرؓ نے ناراض ہوکر ان کی مالی امداد بند کردی۔ اللہ تعالیٰ نے حسن سلوک کے ترک کرنے کو اعلیٰ اقدار کے منافی قرار دیا اور برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے کی تلقین فرمائی اور ایسا کرنے پر مغفرت کی خوشخبری سنائی: ﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾

''کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دیں۔''

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب یہ آیت مبارکہ سنی تو جواب دیا: بلیٰ یا ربنا إنا نحب

''کیوں نہیں! اے ہمارے رب یقیناً ہم پسند کرتے ہیں۔'' (تفسیر ابن کثیر بذیل تفسیر مذکورہ آیت)

واقعہ اِفک نبوی اور صدیقی گھرانے کے لیے کوئی معمولی واقعہ نہ تھا، اس کے باوجود صلہ رحمی اور احسان کا طرزِ عمل اختیار کرنے کی ہی تلقین کی گئی ہے۔